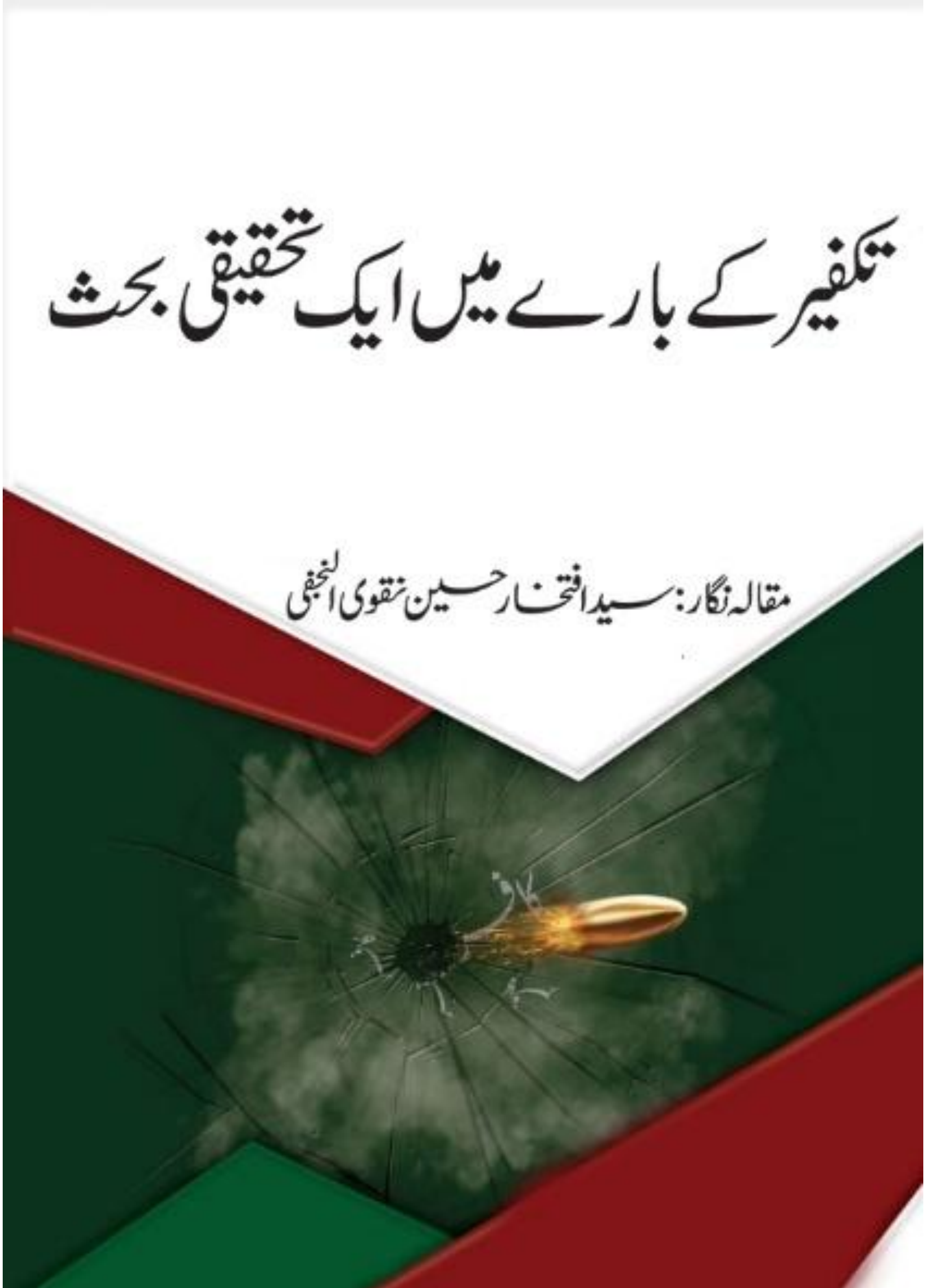
تکفیر کے بارے میں ایک تحقیقی بحث
مقالہ نگار: سید افتخار حسین نقوی النجفی

تکفیر کے بارے میں ایک تحقیقی بحث

مقالہ نگار: علامہ سید افتخار حسین نقوی

تکفیر کا مسئلہ یوں تو سارے زمانوں میں رہا ہے لیکن موجودہ دور میں خصوصاً پچھلی صدی کے آخری دو عشروں سے یہ مسئلہ بہت گھمبیر ہوتا جا رہا ہے ، فقہی اور مسلکی اختلافات کو بنیاد بنا کر مسلمانوں کے مختلف مکاتبِ فکر دیگر مسالک کے پیروکاروں کو کافر قرار دیتے ہیں اسی بنیاد پر بے تحاشا خون بہایا گیا لوگ گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیے گئے اور عالم اسلام کا اتحاد پارہ پارہ ہوتا رہا، یہاں تک کہ مسلکی اختلافات کو بنیاد بنا کر لوگوں کے گلے کاٹے گئے، بموں سے اڑائے گئے گاوں کے گاوں ویران کر دیئے گئے، مساجد، مزارات، امام بارگاہ اور دیگر مقامات کو لہو رنگ کر دیا گیا اس مسئلے سے پوری دنیا متاثر ہوئی اور مملکت خداداد پاکستان اس سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ ان امور کو دیکھتے ہوئے اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ تکفیر کی حقیقت اور قرآن و حدیث کی رو سے اس کے امکانات پر غور کیا جائے۔

تکفیر کا لغوی معنی:

تکفیر مادہ ''ک،ف،ر'' سے ماخوذ ہے جس کے لغت میں کئی معانی ذکر ہیں: کَفَرَ کُفراً: چھپانا، ڈھانکنا، کُفُوراً وکُفراناً: کفر کرنا، اللہ تعالی کی نعمتوں کی ناشکری کرنا، الکِفرُ والکَفرَۃُ: رات کی تاریکی، سیاہی، اسی لئے رات کو بھی کافر کہا جاتا ہے کہ وہ تمام چیزوں کو چھپا لیتی ہے۔ اور کسان کو بھی کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی بیج کو زمین کے اندر چھپا دیتا ہے۔

- الکُفر: ایمان کی ضد، کفر
- الکَافِر: لامذھب، کافر، غیر مسلم، بے دین دہریہ ملحد، ناشکرا
- تکفیر: کفر پر ورغلانا، کفر کا الزام (۱)۔

تکفیر کی اصطلاحی تعریف:

اصطلاح میں کلام اور فقہ میں مسلمانوں کا ایک دوسرے کو کفر کی نسبت دینا۔

یعنی کسی شخص کے عقائد و نظریات کی بنیاد پر اس کو کافر قرار دینا اسلامی اصطلاح میں تکفیر کہلاتا ہے (۲) ۔

پس شریعت اسلام میں کافر سے مراد وہ شخص ہے جو الوھیت یا توحید یا رسالت اور یا ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرے کافر کہلاتا ہے۔

کافر کی اقسام:

کافر کو بصورت عام دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے

کافر فقہی اور کافر کلامی

ا۔ کافر فقہی: کافر اصلی، اھل کتاب اور مرتد کافر فقہی کہلاتے ہیں۔

مرتد سے مراد وہ شخص ہے جو اسلام لانے کے بعد دوبارہ اس سے منحرف ہو جائے۔

کافر اصلی اس بالغ شخص کو کہتے ہیں جو ماں باپ سے کافر پیدا ہوا ہو اور پھر اپنے ارادے سے کفر (انکار وجود خدا) کو اختیار کیا ہو۔

(الف): اہل کتاب: اہل کتاب حربی اور اہل کتاب غیر حربی (اہل کتاب سے مراد یہود، نصاریٰ اور مجوس ہیں)

اہل کتاب حربی سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام کے دشمن ہوں اور ذمہ کے شرائط کو تسلیم نہ کرتے ہوں۔

اہل کتاب ذمی سے مراد وہ کافر ہیں جو شرائط ذمہ کو تسلیم کرتے ہوں اور مسلمانوں کی حمایت کے زیر تسلط زندگی گزار رہیں ہوں۔

(ب): اہل کتاب غیر حربی: کافر ذمی اور کافر غیر ذمی

۲۔ کافر کلامی: کافر توحیدی اور غیر توحیدی۔

کافر غیر توحیدی اس شخص کو کہتے ہیں جو توحید کے لوازمات میں سے کسی ایک کو قبول نہ کرتا ہو مثلاً عدل الھی کا قائل نہ ہو یا معاد کا منکر ہو یا ضروریات دین میں سے کسی چیز کو قبول نہ کرتا ہو۔

کافر توحیدی جو کافر ہوتا ہے کافر توحید ذاتی، صفاتی، افعالی، استعانی، تشریعی، عبادی، اور وجہی میں تقسیم ہوتا ہے[۳]۔

اس کے علاوہ مشرک جو خدائے واحد کے علاوہ کا قائل ہو اور منافق جو دل کافر ہو اور ظاھرا مسلمان ہو بھی کفر کے اقسام میں سے شمار ہوتے ہیں[۴]۔

کافر تبعی سے مراد کافر باپ کا بیٹا جو سن بلوغ سے پہلے تبعا کافر کے حکم میں آتا ہے۔

کافر کے (فقہی) احکام:

آیت اللہ علی سیستانی مد ظلہ العالی کے فتوی کے رو سے کافر کے فقھی احکام درج ذیل ہیں:

کافر یعنی وہ شخص جو باری تعالی کے وجود یا اس کی وحدانیت کا منکر ہو نجس ہے۔ اور اسی طرح غلات (یعنی وہ لوگ جو آئمہ علیھم السلام میں سے کسی کو خدا کہیں یا یہ کہیں کہ خدا،امام میں سما گیا ہے) اور خارجی و ناصبی (وہ لوگ جو آئمہ علیھم السلام سے بیر اور بغض کا اظہار کریں) بھی نجس ہیں۔

اس طرح وہ شخص جو کسی نبی کی نبوت یا ضروریات دین (یعنی وہ چیزیں جنہیں مسلمان دین کا جز سمجھتے ہیں مثلاً نماز اور روزے) میں سے کسی ایک کا یہ جانتے ہوئے کہ یہ ضروریات دین ہیں، منکر ہو۔ نیز اھل کتاب (یھودی، عیسائی اور مجوسی) بھی جو خاتم الانبیاء حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار نہیں کرتے مشہور روایات کی بنا پر نجس ہیں اگرچہ ان کی طہارت کا حکم بعید نہیں لیکن اس سے بھی پرہیز بہتر ہے۔

کافر کا تمام بدن حتی کہ اس کے بال، ناخن اور رطوبتیں بھی نجس ہیں (۵)۔

پس فقہ جعفری کے مطابق کافر بہ صورت مطلق نجس شمار کیا گیا ہے. البتہ کچھ فقھائے شیعہ کافر ذمی کو پاک شمار کرتے ہیں۔

تکفیر کی ممانعت قرآن کی روشنی میں:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ [الحجرات: ۱۴]

ترجمہ: "یہ بدو عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ اسلام لائے ہیں کہ ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے اور اگر تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا کہ وہ بڑا غفور اور رحیم ہے۔"

وضاحت:

مذکورہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام دو الگ الگ چیزیں ہیں اسی آیت کی تفسیر کی ذیل میں تفسیر قرطبّی میں آیا ہے "و اما الاسلام فقبول ما اتی به النبی ﷺ فی الظاهر و ذلك يحقن الدم"

اسلام نبی کی تعلیمات کو ظاہراً قبول کرنے کا نام ہے اور اسی سے خون محفوظ ہو جاتا ہے۔[تفسیر قرطبّی ج:۱۶، ص:۳۴۸]۔

اسی آیت کی ذیل میں ابن کثیر دمشقی سلفی رقم طراز ہیں: ”کچھ لوگوں نے کہا ہم ایمان لائے ہیں خدا نے فرمایا نہیں تم ایمان نہیں اسلام لائے ہو“۔ اسی جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ظاہراً اسلام لانا ان کے خون، مال اور عِرض کی حفاظت کے لیے کافی ہے اسی سے یہ مسلمان شمار ہوں گے۔[تفسیر ابن کثیر ج: ۴، ص: ۲۳۴]۔

” وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا [النساء : ۹۴]“

ترجمہ: ”اور خبر دار جو اسلام کی پیش کش کرے اس سے یہ نہ کہنا کہ تو مومن نہیں ہے۔“

سیوطی کی کتاب الدالمنثور میں آیا ہے کہ:

وَأخرج الْبَزَّار وَالدَّارَقُطْنِيّ فِي الْأَفْرَاد وَالطَّبَرَانِيّ عَن ابْن عَبَّاس قَالَ: بعث رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم سَرِيَّة فِيهَا الْمِقْدَاد بن الْأسود فَلَمَّا أَتَوا الْقَوْم وجدوهم قد تفَرَّقُوا وَبَقِي رجل لَهُ مَال كثير لم يبرح فَقَالَ: أشهد أَن لَا إِلَه إِلَّا الله فَأَهْوى إِلَيْهِ الْمِقْدَاد فَقتله فَقَالَ لَهُ رجل من أَصْحَابه: أقتلت رجلا شهد أَن لَا إِلَه إِلَّا الله وَالله لأذكرن ذَلِك للنَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَلَمَّا قدمُوا على رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالُوا: يَا رَسُول الله إِن رجلا شهد أَن لَا إِلَه إِلَّا الله فَقتله الْمِقْدَاد فَقَالَ: ادعوا إِلَيّ الْمِقْدَاد فَقَالَ: يَا مقداد أقتلت رجلا يَقُول لَا إِلَه إِلَّا الله فَكيف لَك بِلَا إِلَه إِلَّا الله غَدا۔

ترجمہ: ”بزار دار قطنی اور طبرانی نے ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنے اصحاب کو ایک سریہ کی جانب روانہ فرمایا مقداد بن اسود بھی ان شامل تھا جب لوگوں نے اصحاب پیغمبر کو دیکھا تو ادھر ادھر بھاگ نکلے صرف ایک مرد رہ گیا جو بہت مالدار تھا اس نے کلمہ پڑھ لیا لیکن حضرت مقداد نے اس کو قتل کر دیا مقداد کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا تم نے ایک ایسے آدمی کو کیوں قتل کیا جس نے کلمہ پڑھا تھا اور کہا کہ میں رسول اکرمؐ کی خدمت میں اس واقعہ کا ذکر ضرور کروں گا جب اصحاب لوٹ کر پیغمبر کے پاس آئے تو انھوں نے یہ واقعہ آنحضرت کے حضور بیان کیا پیغمبر نے ان سے کہا کہ مقداد کو میرے پاس بلاؤ اور پھر فرمایا کیا تم نے ایک ایسے آدمی کو قتل کیا جو لاالہ الااللہ کا اقرار کرتا تھا پس کل تمھارے لیے لاالہ الااللہ نجات کا باعث کیسے بنے گا۔“[الدرالمنثور للیسوطی: ج: ۲، ص: ۲۰۰]۔

وضاحت: مذکورہ بالاآیات اور منقولہ احادیث سے صراحۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی وحدانیت اور پیغمبر اسلام کی نبوت کا اقرار انسان کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے کافی ہے جو توحید و نبوت کا اقرار کرے اس کو کافر قرار دینا تعلیمات اسلام کی صریح خلاف ورزی ہے توحید و نبوت کے اقرار سے انسان کی جان، اس کا مال اور عزت محفوظ ہو جاتی ہے پھر کسی کو حق نہیں کہ اس کو قتل کرے یا مال سلب کرے یا پھر اس کی عزت کی طرف ہاتھ بڑھائے

تکفیر کی ممانعت احادیث کی روشنی میں:

احادیث نبوی میں ایسے بہت سے ارشادات موجود ہیں جو تکفیر کی نفی کرتے ہیں جن سے کچھ کی طرف یہاں اشارہ کرتے ہیں۔ صحیح بخاری میں اِنس ابن مالک سے روایت ہے کہ

۱۔ ”حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ المُبَارَكِ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لاَ إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَإِذَا قَالُوهَا، وَصَلَّوْا صَلاَتَنَا، وَاسْتَقْبَلُوا قِبْلَتَنَا، وَذَبَحُوا ذَبِيحَتَنَا، فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ» “

ترجمہ: ”انس ابن مالک رسول اکرمؐ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ آپ فرمایا: کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لاالہ الااللہ نہ کہیں، جب لوگ لاالہ الااللہ کہیں اور نماز پڑھیں اور ہمارے قبلہ کا رُخ کریں ہماری طرح ذبح کریں تو اس وقت ان کے خون، مال اور عِرض محترم ہو جاتے ہیں۔“

[صحیح بخاری: ج: ۱، ص: ۱۰۲، کتاب الصلاۃ باب فضل استقبال القبلہ]

۲۔ حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الحَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، قَالَ: سَأَلَ مَيْمُونُ بْنُ سِيَاهٍ، أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: يَا أَبَا حَمْزَةَ، مَا يُحَرِّمُ دَمَ العَبْدِ وَمَالَهُ؟ فَقَالَ: «مَنْ شَهِدَ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَصَلَّى صَلاَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا، فَهُوَ المُسْلِمُ، لَهُ مَا لِلْمُسْلِمِ، وَعَلَيْهِ مَا عَلَى المُسْلِمِ»

ترجمہ: ”انس رویت کرتے ہیں کہ آنخضرت نے فرمایا: کہ جو بھی اللہ کی وحدانیت کی گوہی دے، ہمارے قبلہ کا رُخ کرے ہماری نماز پڑھے، ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے، مسلمانوں کے تمام حقوق رکھتا ہے اور تمام ذمہ داریاں بھی وہی ہیں۔“

[صحیح بخاری: ج: ۱، ص: ۱۰۳، کتاب الصلاۃ باب فضل استقبال القبلہ]

۳۔ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِي، فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا، ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ، فَقَالَ: أَسْلَمْتُ لِلهِ، أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللهِ، بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟ قَالَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَقْتُلْهُ» قَالَ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ قَدْ قَطَعَ يَدِي، ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ بَعْدَ أَنْ قَطَعَهَا، أَفَأَقْتُلُهُ؟ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ»

ترجمہ: ”مقداد بن اسود پیغمبر اکرمؐ سوال کرتا ہے اگر کوئی کافر میرے ساتھ قتال کرے میرا ایک ہاتھ تلوار سے کاٹ ڈالے پھر مجھ سے خوف زدہ ہو کر کہے کہ میں اسلام قبول کرتا ہوں کیا اس کے اسلام قبول کرنے کے اس کے ساتھ قتال کر سکتا

ہوں؟آپؐ نے فرمایا: نہیں، پھر میں نے پوچھا یا رسول اللہ اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹا ہے کیا ہاتھ کٹنے کے بعد میں قتال کر سکتا ہوں پیغمبر نے فرمایا اس کے قتال نہ کرو اگر تم نے اسلام قبول کرنے کے بعد اس کو قتل کیا تو اس کا مقام وہی ہو گا جو آپ کا اس کو قتل کرنے سے پہلے تھا اور آپ کا مقام وہی ہو گا جو اس کا تھا اس کے اسلام قبول کرنے سے پہلے۔''

[صحیح مسلم: ج:۱، ص: ٦٦، کتاب الایمان باب تحریم القتل الکافر بعد ان قال لاالہ الا اللہ]

تکفیر کے عوامل:

یہ تفکر اگرچہ نیا نہیں ہے اور اس کا اپنا تاریخی پس منظر بھی ہے، لیکن کچھ برسوں سے استکبار کی سازشوں، خطے کے بعض ممالک کی مالی شاہ خرچیوں اور امریکہ، برطانیہ اور صہیونی ریاست کے جاسوسی اداروں کی منصوبہ سازی کے بدولت اس فکر کو دوبارہ زندہ کیا گیا ہے اور اس کو تقویت ملی ہے۔ داعش کہلانے والا ٹولہ تکفیر کے شجرہ خبیثہ کی ایک شاخ ہے، یہ پوری تکفیری فکر ورجحان کا نام نہیں ہے۔ یہ فساد جو اس گروپ نے کھڑا کیا یہ حرث و نسل کو ہلاک کرنا، یہ بے گناہوں کا خون بہانا، یہ سب دنیائے اسلام میں سلسلۂ تکفیر کے جرائم کا ایک حصہ ہے۔ایک نا قابل انکار حقیقت یہ ہے کہ تکفیری ٹولے اور ان کی حمایت کرنے والی حکومتیں، مکمل طور پر استکبار اور صہیونیت کی نیات اور منصوبوں کے مطابق کام کررہی ہیں۔ان کا کام امریکہ اور یورپ کی استعماری حکومتوں نیز غاصب صہیونی ریاست کے مفاد کے مطابق ہے، بین الاقوامی ایجنسیوں کو دستیاب شواہد اس مدعا کی تائید کرتی ہیں۔ تکفیری فکر پر کاربند ٹولوں کی ظاہری صورت اسلامی ہے لیکن عملی طور پر عالم اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف۔ بڑی استعماری اور استکباری قوتوں کی خدمت کررہے ہیں اور اس سلسلے میں واضح و روش شواہد موجود ہیں جن کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان میں چند شواہد کی طرف یہاں اشارہ کرتے ہیں:

ایک یہ ہے کہ تکفیری فکر اسلامی بیداری کے سلسلے کو منحرف کرنے میں کامیاب ہوئی؛اسلامی بیداری کی تحریک امریکہ مخالف، استبداد مخالف اور علاقے میں امریکہ کے کٹھ پتلی حکمرانوں کے مخالف تحریک تھی؛ ایسی تحریک تھی جو شمالی افریقہ میں عام لوگوں کی طرف سے استکبار اور امریکہ کے خلاف شروع ہوئی تھی؛ تکفیری سوچ نے استکبار، امریکہ اور استبداد کے خلاف شروع ہونے والی اس عظیم تحریک کا رخ موڑ دیا اور اس کو مسلمانوں کے درمیان جنگ اور برادر کُشی میں تبدیل کر دیا۔ اس علاقے میں جدوجہد کا اگلا مورچہ فلسطین کی شمالی سرحدوں پر مشتمل تھا؛ تکفیری سوچ رکھنے والے آئے اور اس اگلے مورچے کو فلسطین کی شمالی سرحدوں سے بغداد کی سڑکوں، شام کی جامع مسجد، پاکستان کی سڑکوں اور شام کے مختلف شہروں میں منتقل کیا؛ یہ ہوئی جدوجہد کا اگلا محاذ! ذرا سوچیں کہ آج لیبیا کی صورت حال کو، شام کی صورت حال کو، عراق کی

صورت حال کو، پاکستان کی صورت حال کو دیکھیں اور وسائل و طاقت اور شمشیر کو جو مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے اور یہ سب کس کے خلاف استعمال ہو رہا ہے؟ یہ سب صہیونی ریاست کے خلاف استعمال ہونا چاہئے تھا۔

تکفیری سوچ نے اس جد و جہد کی سمت کو بدل کر رکھ دیا اور اس جنگ کو ہمارے گھر کے اندر، ہمارے شہروں کے اندر اور اسلامی ممالک کے اندر لے کر آئی۔ دمشق کی جامع مسجد کے اندر دھماکہ کرتے ہیں؛ عام لوگوں کے بیچ میں۔ بغداد کے اندر - انسانوں کو دھماکے سے اڑا دیتے ہیں؛ پاکستان میں سینکڑوں افراد سینکڑوں افراد پر گولی چلاتے ہیں؛ نائجیریا میں بے گناہ شیعہ مسلمانوں کے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا ہے، لیبیا میں یہی سوچ سر گرم عمل ہے جس کو آپ دیکھ رہے ہیں۔ یہ سب تکفیری سوچ کے ناقابل فراموش تاریخی جرائم میں سے ایک ہے وہی سوچ جو اس صورت حال کو معرض وجود میں لائی ہے۔ اس تحریک کی تبدیلی امریکہ اور برطانیہ کی خدمت میں کام کرنا ہے، صہیونی ریاست کی خدمت کے لئے کام کرنا ہے اور امریکہ اور برطانیہ کی خفیہ ایجنسیوں اور موساد وغیرہ کی خدمت ہے۔

ان شواہد میں ایک یہ ہے کہ جو لوگ تکفیری سوچ اور تکفیری قوتوں کے حامی ہیں وہ صہیونی ریاست کے ساتھ ساز باز کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے خلاف لڑیں۔ وہ صہیونی ریاست کے سامنے چیں بہ جبیں نہیں ہوتے لیکن مختلف حیلوں بہانوں سے اسلامی ممالک اور مسلم اقوام کو مختلف النوع روشوں سے نقصان پہنچاتے ہیں اور ان کے خلاف سازش کرتے ہیں۔ ایک شاہد اور ثبوت یہ ہے کہ یہ فتنہ آلود سلسلہ جو تکفیریوں نے اسلامی ممالک۔ منجملہ عراق، شام، لیبیا اور لبنان اور بعض دوسرے ممالک میں - شروع کیا اس کے نتیجے میں ان ممالک کا بیش بہاء بنیادی ڈھانچہ نیست و نابود ہوگیا؛ آپ دیکھیں کتنی سڑکیں، تیل صاف کرنے کے کارخانے، کانیں اور معادن، کتنی شہر اور کتنے راستے، کتنے گھر ان ممالک میں تباہ ہوئے اور ان خانہ جنگیوں اور ان برادر کُشیوں کے نتیجے میں [کتنے عظیم نقصانات ان ممالک کو پہنچے] اور مزید کتنا وقت لگے گا، کتنی دولت خرچ ہوگی اور کتنے اخراجات آئیں گے کہ ان ویرانوں کو پہلی کی سی صورت میں پلٹا دیا جائے۔ یہ نقصانات ہیں جو تکفیریوں نے آج تک پہنچائے ہیں اور وہ ضربیں ہیں جو تکفیریوں نے حالیہ چند برسوں کے دوران لگائی ہیں۔

ایک ثبوت یہ ہے کہ تکفیری سوچ رکھنے والی قوتوں نے اسلام کا چہرہ دنیا بھر میں مخدوش کیا، بھدا بنا کر پیش کیا۔ پوری دنیا نے ٹیلی ویژن پر دیکھا کہ کسی فرد کو بٹھا دیتے ہیں اور اس کا سر تلوار کی ضرب مار کر بدن سے جدا کرتے ہیں؛ بغیر اس کے کہ اس کو لئے کوئی جرم معین کیا گیا ہو۔

لَا يَنْهَاكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ، إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ [الممتحنة:۸،۹]

ترجمہ:"وہ تمہیں ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں وطن سے نہیں نکالا ہے اس بات سے نہیں روکتا ہے کہ تم ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کرو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ وہ تمہیں صرف ان لوگوں سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین میں جنگ کی ہے اور تمہیں وطن سے نکال باہر کیا ہے اور تمہارے نکالنے پر دشمنوں کی مدد کی ہے کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے گا وہ یقیناً ظالم ہوگا۔"

انہوں نے بالکل الٹ عمل کیا؛ مسلمانوں کو قتل کیا، ان غیر مسلمانوں کو تلوار کے سائے میں بٹھایا جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف جارحیت کا ارتکاب نہیں کیا تھا اور پوری دنیا میں ان کی تصویریں پھیلادیں؛ پوری دنیا نے ان مناظر کو دیکھا۔ پوری دنیا نے دیکھا کہ ایک شخص نے مسلمان کے عنوان سے ہاتھ ایک مرے ہوئے انسان کے سینے کے اندر پہنچایا اور اس کا دل نکال کر چبایا! اس کو دنیا نے دیکھا۔ یہ اسلام کے کھاتے میں آیا؛ رحمت کا اسلام، تعقل اور تدبر کا اسلام، منطق کا اسلام، وہ اسلام جو فرماتا ہے کہ : "تمہیں اللہ ان لوگوں کے قریب جانے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی۔۔۔"، اس اسلام کا تعارف ان لوگوں نے اس انداز سے کرایا۔ کیا ہے کوئی جرم اس سے بڑھ کر؟! ہے کوئی خبیث فتنہ اس سے بڑھ کر؟ یہ تکفیری سوچ کے حامل لوگوں کا جرم اور فتنہ ہے۔

ایک شاہد اور ثبوت یہ ہے کہ ان لوگوں نے محاذ مزاحمت کو تنہا چھوڑا۔ غزہ پچاس دن تک تن تنہا لڑا، غزہ نے 50 دن تک مزاحمت کی، اسلامی ممالک غزہ کی مدد کو نہیں آئے، تیل سے حاصل ہونے والے ڈالر غزہ کی خدمت میں قرار نہیں دیئے گئے؛ اگرچہ ان میں بعض چیزیں صہیونی ریاست کی خدمت کے لئے صرف ہوئیں!

ایک گناہ اور، ایک شاہد اور، یہ ہے کہ تکفیریوں نے پوری دنیا میں مسلم نوجوانوں کا جوش وجذبہ منحرف کرکے رکھ دیا؛ آج پوری اسلامی دنیا کے مسلمان جوش اور جذبے کے حامل ہیں، اسلامی بیداری نے انہیں متاثر کیا ہے، وہ تیار ہیں کہ اسلام کے بڑے مقاصد کے حصول کے لئے کردار ادا کریں، [لیکن] اس تکفیری سوچ نے اس جوش وجذبے کو منحرف کردیا اور بے خبر اور جاہل نوجوانوں کی ایک جماعت کو مسلمانوں کا سر کاٹنے اور ایک گاؤں کے بچوں اور خواتین کے قتل عام کی طرف لے گئی۔ یہ تکفیری سوچ اور تکفیر کے پیروکاروں کے جرائم اور گناہوں میں سے ایک ہے۔

ان قرائن اور شواہد کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا؛ یہ سارے شواہد بتاتے ہیں کہ تکفیر استکبار کی خدمت میں مگن ہے، دشمنان اسلام کی خدمت کر رہی ہے، امریکہ کی خدمت کر رہی ہے، برطانیہ کی خدمت میں مصروف ہے، صہیونی ریاست کی خدمت کر رہی ہے۔ البتہ بعض دیگر شواہد بھی موجود ہیں (۲)۔

داعش ایک ایسا گروہ ہے جو نہ سنی ہے اور نہ ہی شیعہ بلکہ بیرونی عوامل اور سامراجی دنیا کی پیداوار ہیں انہوں نے اسلام کے نام کو اپنے ساتھ جوڑ لیا ہے اور یہ کچھ سال پہلے تشکیل ہوا ہے تاکہ ان کی مدد سے ایسا کام انجام دیا جائے جس سے اسرائیل سکون و سلامتی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرے جیسا کہ ہم لوگ دیکھ رہے ہیں وہ عراق اور شام کی طرف گئے کیونکہ یہ دو ممالک ایران کے ساتھ ہیں لیکن ان لوگوں کی اسرائیل اور ان کے دوستوں کے ساتھ کوئی مشکل نہیں ہے (۷)۔

مسلمانوں کی تکفیر:

ابن تیمیہ اولیاء الٰہی سے توسل کی بناپر مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہے اور اس طریقے سے اس نے مسلمانوں کے درمیان ایک طرح سے تقسیم اور تفرقہ ایجاد کر دیا، لیکن خوش قسمتی سے اس دور کے علماء کی محنتوں سے اسکی موت کے ساتھ اسکا مکتب فکر بھی اپنی موت آپ مر گیا، اور صرف چند پیروکاروں کے علاوہ کوئی مسلمان اسے اچھے نام سے یاد نہیں کرتا ۔

خاندان رسالت کی توہین اور بے احترامی:

ابن تیمیہ کی تمام کتابوں میں ایک طرح سے خاندان رسالت سے دشمنی اور عناد واضح دکھائی دیتا ہے۔ اس کی مسلسل یہ کوشش ہوتی کہ کسی طرح حضرت علیؑ کے فضائل و مناقب کا انکار کرے، اور کبھی کبھی تو وہ اس قدر بھی جسارت کرتا کہ ان پر افکار و عمل میں غلطیوں اور اشتباہات کی تہمت لگاتا، اسکی جسارت اور دشمنی کی حد یہ ہے کہ اس نے تقریبا سترہ مختلف مسائل میں حضرت علیؑ پر تنقید کی ہے۔

مؤرخین کی تصریحات کے مطابق عصر صحابہ اور عصر تابعین میں کہ جو پہلی تین صدیوں پر مشتمل ہے اور جسے اہل سنت خیر القرون بھی کہتے ہیں ابن تیمیہ کے عقائد کا کوئی نام نشان موجود نہیں ہے، اس فرقہ کا پہلا بیج آٹھویں صدی ہجری کی ابتداء میں بویا گیا اور ایک خام مال کی صورت میں صرف بعض کتابوں میں اسکا تذکرہ باقی تھا کہ محمد بن عبد الوہاب نے اس کو احیاء کیا اور اسکو رونق دی۔ باوجود اسکے کہ ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب کا علمی اعتبار سے آپس میں کوئی تقابل اور مقائسہ نہیں ہے، لیکن پھر بھی ابن تیمیہ کا مکتب اس کے اپنے زمانے مین بالکل بھی پھل پھول نہ سکا، اور اسکی موت کے ساتھ یہ مکتب بھی مر گیا، لیکن دوسری طرف اسی نیم مردہ مکتب کو محمد بن عبد الوہاب نے ترقی دی یہاں تک کہ سعودی عرب کے مشرقی حصے پر یہ مکمل پھیل گیا۔

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا دیگر مذاہب والوں کے ساتھ کے رویے کا عملی نمونہ:

اہل بیت علیہم السلام ہمیشہ اپنے پیروکاروں کو دوسرے اسلامی مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ خوش رفتاری کی سفارش فرماتے تھے اور ان کی اپنی سیرت بھی اسی طرح تھی۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "یہاں تک کہ اگر کسی ایک یہودی کے ساتھ ہو جاؤ تو اس کے ساتھ بھی نیکی کے ساتھ برتاؤ کرو" حضرت امیر المومنین علیہ السلام تمام اہل کتاب (عیسائی و یہودی) کے ساتھ خوش رفتار تھے اس طرح کہ کبھی کبھی ان کا آپ سے محبت کرنا اور کبھی اسلام کے قبول کرنے کا سبب بنتا تھا۔ اگر کوئی چاہے کہ اہل بیت علیہم السلام کی روش و رفتار دوسرے ادیان و مذاہب کے ساتھ کے متعلق تحقیق کرے تو یقینا ایک عظیم کتاب تالیف ہو سکتی ہے۔

اہل بیت علیہم السلام کی روایات کے مطابق ان کے پیروکاروں کو چاہیے کہ تمام دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ کمال ادب و احترام کے ساتھ گفتگو کریں۔ اس لیے کہ خداوند عالم فرماتا ہے: "قولوالِلنّاسِ حُسناً" (لوگوں کے ساتھ اچھی طرح سے گفتگو کرو) (البقرہ: 83) خدواند عالم نے اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ صرف مومنین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو بلکہ کلمہ ناس کو استعمال کیا ہے یعنی تمام انسانوں کے ساتھ کہ جن میں مسلمان بھی ہیں کافر بھی شیعہ بھی ہیں سنی بھی سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں۔ اسی آیت کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں "اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ اس طرح گفتگو کرو کہ جیسے تم چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ گفتگو کی جائے"

اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: "اے شیعو! اپنی رفتار سے ہمارے لیے باعث زینت بنو اور ہمارے لیے باعث ننگ و عار نہ بنو۔ لوگوں کے ساتھ اچھی طرح سے گفتگو کرو اور اپنی زبان کو بری باتوں سے بچائے رکھو اور بیہودہ گفتگو سے پرہیز کرو"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کو خصوصا اہل سنت کے ساتھ تقوی سے پیش آنے کے لیے وصیت فرمائی ہے، آپ فرماتے ہیں "ان کے بیماروں کی عیادت کے لیے جاؤ اور ان کے جنازوں کی تشیع میں شرکت کرو اور ان کی مساجد میں ان کے ساتھ نماز ادا کرو" اہل بیت علیہم السلام کا خود کا بھی یہی شیوہ تھا۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص بھی اس روش پر عمل نہ کرے آئمہ اس سے بیزار ہیں اور اس کو اپنا پیروکار نہیں مانتے۔

ایک معتبر حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے ہمارے پیروکاروں میں سے جو بھی اتحاد کی خاطر اہل سنت کی نماز جماعت کی پہلی صف میں شرکت کرے تو گویا اس نے رسول اکرم کے پیچھے نماز ادا کی ہے۔ اس روایت کے مطابق اہل سنت کے ساتھ نماز ادا کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ بہت زیادہ ثواب کا حامل ہے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اہل سنت کے ساتھ پہلی صف میں نماز پڑھنے کو جہاد فی سبیل اللہ

کی مانند جانا ہے۔ یہ روایات شیعہ محققین کے نزدیک معتبر مانی گئی ہیں اور مراجع تقلید نے ان روایات کی بنیاد پر فتوے دیے ہیں۔

دوسروں کے مقدسات کو گالیاں دینے کی ممانعت:

یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ دوسروں کے مقدسات کو گالی دینا کبھی بھی گمراہوں کی ہدایت کا سبب نہیں بنا ہے بلکہ بر عکس وہ ضد اور ہٹ دھرمی واسی طرح کے مقابلے پر اتر آتے ہیں۔ اسی وجہ سے اہل بیت علیہم السلام اپنے پیروکاروں کو یاد دلاتے تھے کہ خداوند عالم نے گالی دینے کو حتی مشرکین کے بتوں کے لیے بھی منع فرمایا ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے: "ان لوگوں کے معبود کو کہ جو خدا کے علاوہ کسی کی پرستش کرتے ہیں گالی نہ دو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دشمنی و جہالت کی بنیاد پر تمہارے خدا کو گالی دینے لگیں۔ (الانعام: 108)

لہذا گالی سے پرہیز ایک قرآنی و اسلامی اصل ہے کہ جس پر اہل بیت علیہم السلام نے بھی تاکید فرمائی ہے لہذا کسی خاص مورد کے لیے استثنا کا قائل ہونا کسی خاص دلیل کی ضرورت ہے۔

جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین کے کچھ اصحاب نے مقابل والوں کو گالیاں دیں تب حضرت نے فرمایا: میں تمہارے لیے مناسب نہیں سمجھتا کہ گالیاں دینے اور بدعا کرنے والے ہو جاؤ، برا بھلا کہو اور نفرت کا اظہار کرو۔ لیکن اگر کوئی ان کے برے اعمال کو بیان کرے اور کہے کہ ان کی رفتار و کردار ایسا ویسا تھا تو کوئی حرج نہیں ہے اور معقول بات ہے۔ یہاں پر امیر المومنین علیہ السلام نے گالیاں دینے سے منع فرماتے ہوئے دشمن کے کردار کو فاش کرنے کی اجازت دی ہے۔

لہذا گالیاں دینے سے پرہیز کرنے کا مطلب انحرافات کے مقابل ساکت ہونا نہیں ہے بلکہ مودبانہ حالات کو آشکار کرنا ہے کہ جس سے مخاطبین کی ہدایت کا زیادہ احتمال ہے اور خدوند عالم کے حضور اور عوام الناس کے سامنے بھی بہتر قابل دفاع ہے۔

بعض روایات سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ اصل تبرا کہ جو شیعوں کے فروع دین میں سے ہے وہ کلی طور پر ظالموں پر لعنت کرنے کے لیے ہے اور نام بنام صراحت کے ساتھ کسی پر لعنت کرنے کے لیے نہیں ہے۔ شیخ کلینی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے "ایک مشرک کا بیٹا مسلمان ہوا اور رسول اکرم (ص) کے ہمراہ تھا کہ حضرت ابو بکر نے اس کے سامنے مشرکین پر لعنت کی اس کو برا لگا اور حضرت ابو بکر کو سختی سے جواب دیا اس وقت پیغمبر اکرم (ص) نے ہمیشہ کے لیے ایک روش کے طور پر ارشاد فرمایا: جس وقت مشرکین پر لعن و برا بھلا کہو تو کلی طور پر کہو اور کسی کا نام لے کر کچھ نہ کہو تا کہ ان کے فرزند کہ جو مسلمان ہیں اور ہمارے ہمراہ ہیں وہ ناراض نہ ہو جائیں۔

بعض آئمہ طاہرین علیہم السلام کے زمانے میں ائمہ کے بہت سے پیروکار اہل سنت کے ساتھ اس خوش رفتاری سے پیش آتے تھے کہ عام لوگ انہیں اپنا امام جماعت اور امانتدار بناتے تھے اور ان کی یہ رفتار آئمہ طاہرین علیہم السلام کی جانب سے قابل تائید تھی اس لیے کہ لوگوں کی جانب سے خوشبینی اوراہل بیت علیہم السلام کی طرف ان کے تمایل کاسبب بنتی تھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "میں تم کو تقوی الہی واطاعت خداوندعالم اورگناہوں سے پرہیز اور ان لوگوں کے ساتھ کہ جو تم پر اعتماد کرتے ہیں امانت کی ادائیگی کی نصیحت کرتا ہوں اور یہ کہ تم جس کے ساتھ بھی ہم نشینی کرواس سے خوش رفتاری سے پیش آؤاور بغیر زبان کے ہمارے لیے تبلیغ کرو" حضرت سے عرض کیا گیا بغیر زبان کے کیسے تبلیغ کیا جائے ؟آپ نے فرمایا: "جو چیز خداوندعالم کی جانب سے تم پر وارد ہوئی ہے اس پر عمل کرواور جس چیز سے منع کیا گیا ہے اس سے پرہیز کرو اور لوگوں کے ساتھ انصاف اور سچائی سے پیش آؤ، امانت کو اس کے صاحب تک پہنچادو، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرواور ایساکام کروکہ لوگ تمہارے بارے میں نیکی کے علاوہ کچھ نہ کہیں اس صورت میں کہا جائے گا کہ یہ امام جعفر صادق کے پیروکار ہیں۔خداوندعالم جعفر صادق پر رحم کرے کہ انہوں کتنے اچھے پیروکار بنائے ہیں۔اس طرح لوگ ہمارے فضائل سے آگاہ ہوں گے اور ہماری طرف رغبت کریں گے "۔(۹)

خلاصہ: وہ مشکلات جو ہمیشہ اسلامی معاشروں کے دامنگیر رہی ہیں ان میں سے ایک معاشرے کے اندر بے بنیاد پروپیگنڈے ہیں جو کہ اسلام دشمنوں کی طرف سے سادہ لوح افراد کو دھوکہ دینے کے لیے کیے جاتے ہیں۔ یہ ایک ایسی مصیبت ہے کہ جس کے بھیانک نتائج سامنے آتے ہیں منجملہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار وافتراق اور اسلامی ممالک کے سربراہوں اور حکومتوں کے درمیان اختلاف اور دشمنی۔

حضرت امام علی علیہ السلام اس مشکل سے بچنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَرَفَ مِنْ أَخِيهِ وَثِيقَةَ دِينٍ وَ سَدَادَ طَرِيقٍ فَلَا يَسْمَعَنَّ فِيهِ أَقَاوِيلَ الرِّجَالِ أَمَا إِنَّهُ قَدْ يَرْمِي الرَّامِي وَ تُخْطِئُ السِّهَامُ وَ يُحِيلُ الْكَلَامُ''

ترجمہ: ''اے لوگو! جو بھی اپنے بھائی کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ دین کے سلسلے میں قابل اعتماد اور مطمئن اور صراطِ حق پر ثابت قدم ہے تو پھر اس کے بارے میں لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھرے اس لیے کہ بعض اوقات تیر انداز تیر چلاتا ہے جبکہ اس کا تیر خطا جاتا ہے۔ باتیں بھی اسی طرح ہیں۔ (ضروری نہیں کہ سب صحیح ہوں)۔''

وحدت واخوّت ایک اعلیٰ ہدف و مقصد ہے جو اگر صحیح طرح بیان کیا جائے اور اسلامی معاشرے میں متحقّق ہو جائے تو اسلام اور مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ بحال ہوسکتی ہے لیکن یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہر چیز کی طرح وحدت کی بھی کچھ

ظاہری اور کچھ خفیہ مشکلات اور رکاوٹیں ہیں کہ اگر ان کی شناخت نہ کی جائے اور انہیں دُور کرنے کے لیے سنجیدہ قدم نہ اُٹھایا جائے تو وہ انتشار اور اختلاف و افتراق کے خطرے سے دو چار ہو جائے گی۔ یہ تحریر جو کہ وحدت اسلامی کے رستے میں حائل رکاوٹوں اور خطرات و مشکلات کی شناخت کے مقصد سے قلم بند کی گئی ہے اسی سلسلے میں ایک کوشش ہے۔ لہٰذا قرآن اور دوسری اسلامی تعلیمات سے استفادہ کرتے ہوئے اس نے سعی و کوشش کی ہے کہ وحدت کے رستے میں حائل رکاوٹوں کی شناخت ہو جائے، اندرونی اور داخلی رکاوٹوں جیسے عقیدتی انحراف، دینی تنگ نظری، لعن طعن، باطنی خباثت و نجاست، ناراضگی اور علیحدگی، منافقت، بے بنیاد پروپیگنڈہ اور جہالت و لا علمی کے بارے میں بحث کی گئی ہے اور ساتھ ساتھ بیرونی اور خارجی رکاوٹوں کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

مآخذ

۱۔ قرآن مجید

۲۔ صحیح بخاری

۳۔ صحیح مسلم

۴۔ تفسیر ابن کثیر

۵۔ الدر المنثور

۶۔ المنجد مترجم: عصمت ابو سلیم، ص: ۹۳۶

۷۔ ویکیپڈیا، آزاد دائرۃ المعارف

۹۔ www.islamquest.net

۱۰۔ www.wikifeqh.ir

۱۱۔ توضیح المسائل آیت اللہ علی سیستانی: مسئلہ نمبر ۱۰۷، ۱۰۸

۱۲۔ http://ur.abna24.com

۱۳۔ http://ur.imam-khomeini.ir۔

۱۴۔ http://imamrezashrine.aqr.ir/portal/hom

۱۵۔ http://imamrezashrine.aqr.ir/portal/home